سامی مذاہب میں اخلاقیات کی بنیادیں، تقابلی جائزہ

The Foundations of Ethics in Semitic Religions: A Comparative Analysis

Muhammad Imran Khan
PhD Scholar in Department of Islamic Studies and Religious Affairs, University of Malakand
Email: muhammadimrankhanmkd@gmail.com
Obaid Ullah
PhD Scholar in Department of Islamic Studies and Religious Affairs, University of Malakand
Email: Obkhan27@gmail.com
Iftikhar Ahmad
PhD Scholar in Department of Islamic Studies and Religious Affairs, University of Malakand
Email: iftikharkhawar455@gmail.com

ABSTRACT

Since human beings have existed on the Earth and since their mental thoughts and physical actions have gotten executed, ethics have been there since then. Ethics are therefore related to human actions. As long as humans acted upon divine guidance, their ethical existence prevailed over their animal existence. To them, life remained straightforward, clear, and bright; they proceeded with peace and tranquility towards their intended destination. However, whenever they deviated from that guidance, their life strayed from the right path, peace and tranquility vanished, and the intended destination blurred from their minds. They were then only understanding their emotions, impulses, observations, and intellect as their masters and guides, and wherever they felt led, they went. The historical record shows that it was the Greeks who first organized ethical philosophy based purely on reason and emotions.

The Semitic religions include Judaism, Christianity, and Islam. A brief overview of the tradition of ethical philosophy in these three divine religions is presented here. The ethical existence of Semitic religions is intertwined with ethics. The following discussion revolves around these researches.

Keywords: Semitic religions, Ethics, Judaism, Islam, Christianity, Moral Philosophy

کرہ ارضی پر جب سے انسان موجود ہے اور جب سے اس کی ذہنی فکر اور جسمانی اعمال موجود ہیں، اخلاق بھی موجود ہے، اس لئے کہ اخلاق کا تعلق انسان کے اعمال ہی سے ہے۔ جب تک انسان الہامی ہدایات پر عمل کرتا رہا اس کا اخلاقی وجود اس کے حیوانی وجود پر غالب رہا، اس کے سامنے زندگی کی سیدھی، صاف اور روشن راہ کھلی رہی وہ اس پر چل کر امن و سکون کے ساتھ اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہا، لیکن جب اس نے وہ ہدایت بھلادی، اس کی زندگی راہ راست سے ہٹ گئی امن و سکون ختم ہوا، اور منزل مقصود بھی ذہنوں سے محو ہو گیا۔ اب صرف اپنے جذبات، داعیات ،مشاہدات اور عقل کو اپنا آقا و مرشد سمجھنے والا تھا۔ اور انہوں نے جدھر رہنمائی کی تو اسی طرف چل دیے۔ تاریخ کا جو ریکارڈ موجود ہے، اس سے پتہ چلتا ہے محض عقل و جذبات کی بنیاد پر سب سے پہلے یونانیوں نے فلسفہ اخلاق مرتب کیا۔

سامی مذاہب میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام شامل ہیں۔ ان تینوں الہامی مذاہب میں فلسفۂ اخلاق کی جو روایت موجود ہے اس کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے۔ سامی مذاہب کی اخلاقی وجود انہی اخلاقیات سے پیوست ہے۔ علم الاخلاق کو اخلاقیات بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا تعلق فلسفے سے ہے۔ اس کو انگریزی زبان میں Ethics بھی کہا جاتا ہے۔

1) یہودیت کا تعارف:

یہودیت کے تعارف کے حوالے سے پروفیسر میاں منظور احمد نے اپنی کتاب "تقابل ادیان و مذاہب میں لکھتے ہیں کہ:

"یہودی دنیا کے قدیم مذاہب میں سے ہے۔ یہودیوں کے خیال میں اس مذہب کی تاریخ کی ابتدا ابراہیمؑ سے ہوتی ہے مگر قرآن نے یہ کہہ کر یہ قول رد کر دیا کہ "**ماکان ابراہیم یھودیاً ولا نصرانیاً ولکن کان حنیفاً مسلماًط وما کان من المشرکین** (ابراہیم نہ یہودی تھا نہ عیسائی بلکہ وہ تو موحد مسلمان تھا اور مشرکوں میں سے بھی نہ تھا)۔[1]

آگے لکھتے ہیں کہ:

"ماہرین مذاہب نے یہودی مذاہب کی کئی تعریفیں لکھی ہیں، صحیح ترین تعریف یہ ہے کہ "یہودی وہ مذہب ہے جس میں ایک خدا پر ایمان کے ساتھ ساتھ ایک نسل کی برتری اور فضیلت و عظمت کا عقیدہ بھی داخل دین ہے "یہیں سے حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یہودی کوئی تبلیغی مذہب نہیں بلکہ نسلی مذہب ہے۔ خود یہودی کسی کو اس مذہب کی دعوت نہیں دیتے، نہ آسانی سے غیر یہودی کو داخل مذہب کرتے ہیں"[2]

یہودیت اور یہودیوں کے بارے میں ڈاکٹر ذاکر نائیک رقمطراز ہیں:

"یہودیت بڑے سامی مذاہب میں سے ایک ہے اس مذہب کے پیروکار یہودی کہلاتے ہیں اور یہودی حضرت موسیٰؑ کی نبوت پر یقین رکھتے ہیں"[3]

یہودیت کی تعریف امولیہ رنجن نے فلسفہ مذہب میں یوں کی گئی ہے:

"یہودیت اہل یہودا کا قدیم مذہب تھا، عہد نامہ عتیق یہودیت کا مرکزی ماخذ ہے یہودیت نے فطرت کی دہشت زدہ عبارت سے فطری انداز میں ترقی پائی اور کثرت پرستی سے وحدانیت کی طرف آئے۔کچھ محققین کے مطابق یہودیت دو مذاہب عیسائیت اور اسلام کا مرکب ہے۔"[4]

اس حوالے سے احمد عبد اللہ لکھتے ہیں: "یہودی مذہب ان دو عظیم الشان مذاہب کا پیرو ہے جو کرہ ارض کے بیشتر حصوں پر پھیلے ہوئے ہیں اور جن کی تعلیمات میں ابراہیمی مذہب کے اصول اور عقائد بھی پائے جاتے ہیں جن پر یہودی مذہب کا بڑی حد تک دارومدار ہے۔"

اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں یہود اور یہودیت کا تعارف ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

"یہود ایک قوم ہے جو بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہے موسیٰؑ بھی بنی اسرائیل سے تھے اور فرعون کے گھر میں پلے بڑھے تھے اس کے بعد بنی اسرائیل موسیٰؑ کے ساتھ طور کی طرف چلے گئے اور وہاں تقریباً40 برس تک ٹھہرے اسی مدت میں حضرت موسیٰؑ پر کتاب نازل ہوئی جب حضرت موسیٰؑ فوت ہوئے تو ان کے بعد حضرت یوشعؑ نبی ہوئے اور کنعان کو فتح کر کے وہاں رہنے لگے پھر بنی اسرائیل میں قاضی مقرر ہوئے جو احکام کا فیصلہ کرتے تھے بعد ازاں ان میں فتنے اور فساد پیدا ہونے لگے جن کی وجہ سے ان میں باشاہ مقرر ہوئے پہلے بادشاہ طالوت، پھر داؤدؑ اور پھر سلیمان ہوئے اس کے بعد یہود کی دو سلطنتیں ہو گئیں ایک مملکت یہود اور دوسری مملکت بنی اسرائیل۔پہلی 389 برس رہی اور دوسری 255 برس رہی بابلیوں اور آشوریوں ان دونوں سلطنتوں کا نشان مٹادیا یہود کے من حیث الدین چار فرقے ہیں ربانی، قراؤن، عنایہ اور سمرہ۔۔۔اصل میں سمرہ بنی اسرائیل سے نہیں ہے جب کہ وہ بعد میں یہودی ہوتے ہیں۔"[5]

یہودیت کا نظام اخلاق:

یہودی ایک الہامی مذہب ہے۔یہودیت اور اسلام کا منبع ایک ہی ہے، اسی لئے ان کی تعلیمات میں مماثلت ہونا ایک فطری عمل ہے۔مگر ایک فرق ضرور ہے کہ یہودیت کی تعلیمات تحریف کی نظر ہو چکی ہیں، جب کہ اسلامی تعلیمات اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہیں۔یہودیت کی رو سے فضائل اخلاق ورزائل اخلاق کا مختصر تذکرہ کچھ یوں ہے۔حضرت

موسیٰؑ کے احکام عشرہ (*Ten Commandments*) جو انہیں کوہ سینا پر عطا ہوئے یہ احکام عشرہ یہودی مذہب کی بنیاد ہیں جو درج ذیل ہیں:

1. میرے سامنے دیوتاؤں کسی اور پر یقین نہ کرو۔
2. آپ کو اپنے لیے کوئی مجسمہ نہیں بنانا چاہیے، یا اس سے ملتی جلتی کوئی چیز جو آسمان میں، نیچے زمین پر، یا پانی میں ہے۔
3. کیونکہ میں، رب تمہارا خدا، غیرت مند خدا ہوں، اور جو مجھ سے نفرت کرتے ہیں وہ اپنی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک اپنے باپ دادا کے گناہوں کی سزا دیں گے۔ لیکن جو مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میرے حکم کی تعمیل کرتے ہیں، میں ان سے ہزاروں محبتوں کا اظہار کرتا ہوں۔
4. خداوند اپنے خدا کو گالی نہ دو۔ خداوند ان لوگوں کا انصاف نہیں کرے گا جو اس کے نام کا غلط استعمال کرتے ہیں۔
5. تمہیں سبت کو مقدس رکھنا ہے۔ آپ کو چھ دن سخت محنت کرنی ہو گی اور تمام کام کرنا ہوں گے۔ ساتواں دن رب تمہارے خدا کا سبت ہے۔ اس میں نہ آپ، آپ کا بیٹا اور بیٹی، نہ آپ کے نوکر، نہ آپ کی نوکرانی، آپ کی گائے، آپ کا گدھا، تمام درندے، آپ کے دروازے کے قریب آنے والے اجنبی (مسافر)، کوئی کام نہ کریں۔ تیرا غلام تیرے جیسا سکون کرے۔ یاد رکھو کہ تم مصری غلام ہو اور خداوند تمہارے خدا نے اپنے مضبوط ہاتھوں اور کھلے بازوؤں سے تمہیں وہاں سے نکالا ہے۔ خداوند تمہارے خدا نے تمہیں سبت کے دن کو ماننے کا حکم دیا ہے۔
6. اپنے باپ اور ماں کی عزت کرو جیسا کہ خداوند تمہارے خدا نے تمہیں حکم دیا ہے۔ تب تم اس ملک میں رہ سکتے ہو اور خوشحال ہو سکتے ہو جو خداوند تمہارے خدا نے تمہیں دیا ہے۔
7. خون نہ بہاؤ
8. زنا نہ کرو
9. چوری نہ کرو۔
10. اپنے پڑوسیوں کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دیں۔ تمہیں اپنے پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرو، اس کے علاوہ اپنے پڑوسی کے گھر یا زمین، اس کے نوکر، اس کی گائے، اس کے گدھے یا اپنے پڑوسی سے کچھ بھی نہ لوٹنا۔[6]

ان احکامات عشرہ کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہودیت میں اعلیٰ انسانی اقدار اور مذہبی تعلیمات تو موجود ہیں لیکن یہ اور بات ہے کہ ان پر عمل کرنے سے کوسوں دور تھے۔ یہودیت کے مطابق زندگی اخلاقی تگ و دو کا نام ہے اور انسان کو خدا کی الوہی سرگرمیوں میں اس کا رفیق کار بننا ہوتا ہے۔ یہودیت کا جوہر اس آیت میں ہے:

"تم میرے لیے پاکیزہ بنو کیونکہ میں تمہارا خداوند پاک ہوں۔"[7]

2)عیسائیت کا تعارف:

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں عیسائیت کی تعریف یہ کی گئی ہے:

"وہ مذہب جو اپنی اصلیت کو ناصرہ کے رہنے والے یسوع سے منسوب کرتا ہے اور اسے خدا کا چنا ہوا مسیح مانتا ہے"۔ انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس میں بیان کرتا ہے "عیسائیت کو ایک اخلاقی، تاریخی، کائناتی، توحید پرست اور موحد مذہب کے طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔ جہاں خداوند یسوع مسیح کی شخصیت اور شخصیت کے ذریعے خدا اور انسان کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔"[8]

محمد بن عبد الکریم الشہرستانی نے عیسائیت کی تعریف یوں بیان کی ہے:

"یہ مسیحؑ کی امت ہے، اور آپؑ حضرت موسیٰؑ کے بعد حق کے ساتھ مبعوث ہوئے، جن کی خوشخبری تورات میں دی گئی۔"[9]

پروفیسر ساجد میر نے عیسائیت کی تعریف یوں کی ہے:

"اپنی مختلف حالتوں کے باوجود عیسائیت کی پہچان اس کے بہت سے عقائد ہیں، جن کو پوری دنیا کے عیسائیوں میں شہرت حاصل ہے۔ یعنی اللہ کو خالق ماننا، انجیل کو کلام اللہ ماننا، عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا ماننا اور ان کو لوگوں کی طرف اللہ کا آخری رسول ماننا، حضرت عیسیٰؑ کو مکمل انسان ماننا، ان کی قربانی والی موت اور معجزانہ طور پر زندہ ہو جانے پر یقین رکھنا اور اس بات کو ماننا کہ وہ قربانی اور آسمان پر اٹھائے جانے کی وجہ سے ان تمام لوگوں کو معافی، نجات اور ہمیشہ والی زندگی دلوانے پر قادر ہیں، جو ان کے طفیل خدا کی طرف آئیں۔"[10]

عیسائیت کا تصور اخلاق:

حضرت عیسیٰؑ کی اخلاقی تعلیمات کے بارے میں ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی کا کہنا ہے کہ:

"حضرت عیسیٰؑ نے کوئی باقاعدہ ضابطۂ اخلاق نہیں دیا تھا۔ ان کی اپنی کوئی تحریر بھی نہیں۔ ان کے اخلاقی اقوال و نظریات ان کے بعد لکھے گئے۔ عیسائیت نے بیشتر اخلاقی تصورات یہودیت سے وراثت میں لیے ہیں۔ عیسائیت میں اخلاق کی بنیاد دو نظریات ہیں: ایک تمام بنی نوع انسان سے محبت۔ دوسرا کفارے کا تصور یعنی انسان کی پیدائش ہی گناہ کا نتیجہ ہے اور یوں اس کی تمام تر زندگی گناہ ہے یا گناہِ عظیم ہے جس کا کفارہ حضرت عیسیٰؑ اپنی جان دے کر ادا کریں گے۔"[11]

مختصر یہ کہ عیسائیت میں امن و آشتی، محبت، بھائی چارے اور صلح کل کا پیغام ملتا ہے اور یہی اس کے اخلاقی فلسفے کے نمایاں خدوخال متعین کرتا ہے۔

3) اسلام کا فلسفہ اخلاق:

اسلام ایک مکمل ظابطہ حیات ہے، یعنی اسلام زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام اپنا ایک منفرد سیاسی، اقتصادی اور اخلاقی نظام رکھتا ہے۔ اسلامی اخلاقی تعلیمات وحی کے ذریعے بھیجی گئی ہیں، نبی کریم ﷺ اور اس کے صحابہ اس کی عملی تفسیر ہیں۔ اسلام کچھ آفاقی اقدار فراہم کرتا ہے جو ان تمام نظاموں میں اصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پہلے وہ پیش کئے جائیں گے، اس کے بعد وہ اخلاقی اصول پیش کئے جائیں گیں جن پر اخلاقی نظام قائم ہے۔

اخلاقیات کی آفاقی اقدار

1) توحید: توحید کا عموماً تو مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے علاوہ کوئی اتھارٹی نہیں ہے، اللہ ہی الٰہ ہے، خالق و مالک بھی اللہ ہی ہے۔ مولانا گوہر رحمان صاحب توحید کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"توحید کا لغوی مفہوم ہے یکتا اور تنہا جاننا اور ماننا اور اس کا شرعی مفہوم ہے اللہ کو اس کی ذات اور صفات میں یکتا و تنہا مان کر اسی کی عبادت کرنا۔ کسی اور کو اس کی صفات الوہیت اور عبادت میں شریک نہ کرنا"[12]

مگر توحید کی اور معنیٰ بھی ہے جس کو عموماً بیان نہیں کیا جاتا اور وہ "زندگی میں وحدت" ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے چند چیزوں کو ہم مذہبی قرار دیتے ہیں اور کچھ چیزوں کو دنیاوی، توحید کو جب ہم زندگی میں وحدت کے طور پر لیتے ہیں تو اس تفریق کو ختم کردیتے ہیں۔ یہ اصول زندگی کے ہر شعبے میں لاگو ہوتا ہے۔ لہٰذا اخلاق اور اخلاقیات جب تک کہ اس آفاقی اصولوں پر مبنی نہ ہوں، تو یہ ہماری ثقافت اور معاشرے تک محدود رہیں گے، اور عالمگیر نہیں ہوسکتے، چونکہ اسلام نے خود کو عالمگیر کہا ہے، اور یہی اس کا پہلا اصول جو کسی کو مسلمان کہلانے کی اجازت دیتا ہے، وہ توحید ہے۔ توحید کا اطلاق بہت زیادہ چیزوں پر ہوتا ہے، نہ صرف مسجد میں، نہ صرف نکاح کے وقت، بلکہ یہ کہ توحید روزمرہ کی زندگی میں زیادہ مطابقت رکھتی ہے۔ توحید صرف ایک مسلمان سے متعلق اصول نہیں ہے، بلکہ یہ ایک عالمگیر قدر ہے، جو غیر مسلم اور مسلمانوں کی زندگی کو متاثر اور تبدیل کرتی ہے۔ اس کائنات نے بھی توحید کے اصول کو اپنایا ہے۔

آفاق میں توحید

زندگی میں وحدت کا یہ اصول اس پوری کائنات پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ اگر کائنات اس اصول سے خالی ہوتی تو اس کائنات میں فساد ہی فساد ہوتا، جیسے قرآن مجید میں آیا ہے: لَوْ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا ٱللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ رَبِّ

الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ[13] (اگر آسمان وزمین میں ایک اللہ کے سوا دُوسرے خدا بھی ہوتے تو (زمین اور آسمان) دونوں کا نظام بگڑ جاتا پس پاک ہے اللہ ربّ العرش اُن باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں۔

ذاتی زندگی میں توحید

توحید کا یہ انسان کی ذاتی زندگی پر بھی لاگو ہوتا ہے۔مثال کے طور پر اگر کسی انسان کے تین یا چار مالک (Boss) ہوتے تو اس انسان کا کیا حال ہوتا، تو اس لئے کوئی بھی انسان چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اس کو اپنی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے توحید کے اصول کو اپنانا ہوگا۔جیسا قرآن میں اس کی دعوت دی گئی ہے کہ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ[14] (ان سے کہو، کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اُس کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمہارے لیے نقصان کا اختیار رکھتا ہے نہ نفع کا؟ حالانکہ سب کی سُننے والا اور سب کچھ جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔)اس آیت میں تمام انسانوں کو توحید فی الذات کی دعوت دی گئی ہے۔

حکومت میں توحید

حکومت اور گورننس میں بھی توحید کے اس اصول کا اطلاق ہوتا ہے، کیونکہ مثال کے طور پر تصور کریں اگر کسی ملک کے دو یا اس سے زیادہ بادشاہ یا حکمران ہوتے تو اس ملک میں انتشار ہی انتشار ہوتا اور خانہ جنگی کا ماحول ہوتا۔اسی طرح اگر کسی گھر کے دو سربراہ ہوتے تو اس کا انجام بھی بہت برا ہوتا۔

توحید کا قانونی اطلاق

قانون کے اطلاق میں بھی توحید کے قانون کو مد نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر معاشرے کے امن وامان کو، سلامتی کو برقرار رکھنا ناممکن سا ہو جاتا ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:

> اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ[15] (زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں تم کو دامن گیر نہ ہو۔)اس آیت میں ایک تو قانون بیان کیا گیا ہے اور دوسرا اس کے اطلاق کے متعلق بات ہے۔کہا گیا ہے کہ اس کے اطلاق میں کسی لیت و لعل سے کام نہ لیں۔اور اللہ تبارک و تعالی فرماتے ہیں تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ[16] (یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں۔)لیت و لعل سے کام نہ لیا جائے اس لئے کہ یہ اللہ کی حدود ہیں، اللہ کے مقرر کردہ قوانین ہیں، جس طرح اللہ چاہتا ہے اس طرح نافذ کر دیں۔

معیشت میں توحید

معیشت میں بھی توحید کا اصول لاگو ہوتا ہے۔ایک طرف تو آپ کو دنیا کے بڑے بڑے ماہرین معیشت اصول بتائیں، ایک مکمل معاشی نظام وضع کر کے دیں معاشی ترقی کے طریقے بتائیں اور دوسری طرف ایک مذہبی شخص آپ کو معاشی ترقی کے لئے صرف دعاؤں کا سہارا لینے کے لئے کہے اور صرف چند صدقات دینے پر ابھارتا رہے۔تو ان دونوں زاویہ نگاہ میں وحدت کا عنصر صرف توحید ہے کیونکہ اسلام ایک نظام معیشت بھی دیتا ہے، معاشی ترقی کے اصول بھی بتاتا ہے اور اپنے رب سے ربطہ استوار بھی کرواتا ہے، صدقات کے لئے ابھارتا بھی ہے۔

انتظامی امور میں توحید

انتظام امور میں بھی اس کا کارفرما ہونا بہت لازمی ہے۔اور جب کچھ معاملات کو جج کیا جائے تو یہ ججمنٹ توحید کے اصول پر قائم ہونی چاہیئے، نہ کہ کسی سیاسی دباؤ یا پھر رشوت پر۔یعنی فیصلہ وہ کیا جانا چاہیئے جو حق پر ہو اور وحدت کے اصول پر قائم ہو۔جیسے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا[17] (مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو، اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔)

2) عدل

عدل ایک جامع اصطلاح ہے جس کا تعلق زندگی کے ہر شعبے سے ہے۔پوری کائنات کا نظام عدل پر قائم ہے۔کائنات کی ہر شے اپنے اپنے دائرے میں رہ کر فرائض ادا کر رہی ہے۔لیل و نہار کا وقت پر آنا جانا اور وقت پر موسموں کا تغیر و تبدیل وغیرہ اس فطرتی نظام عدل کی دلیل ہے۔اگر نظام فطرت میں کسی بھی وقت کمی و بیشی یا تبدیلی نظام عدل سے ہو تو نتیجہ باہی کی صورت میں نکلتا ہے۔اللہ تبارک و تعالیٰ نے عدل کو قائم کرنے کے لئے قرآنی احکامات جاری کئے ہیں، نیز اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے فرامین اور عمل سے عدل قائم کیا۔عدل انسان کی انفرادی، اجتماعی، معاشی سیاسی، معاشرتی اور مذہبی زندگی سے وابستہ ہے۔لہذا معاشروں کو اخلاقی بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے قیام عدل انتہائی ضروری ہے۔

معاشرتی عدل

اسلام انفرادی انسان کو خاندان کے تناظر میں دیکھتا ہے، خاندانی زندگی گزارنا ایک اخلاقی ذمہ داری اور سماجی ذمہ داری کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ولنفسک علیک حقاً[18] (تمہارے نفس کا تجھ پر حق ہے)، اسی طرح نکاح کو سنت کے طور پیان کیا گیا ہے اور اسے ایمان کی تکمیل قرار دیا گیا ہے۔اسلام میں راہبانہ سوچ کی

مذمت کی گئی ہے، شادی بغیر زندگی گذارنے کو معیوب سمجھا گیا ہے اور اسلام ریاست اور معاشرے کو کہتا ہے کہ وہ لوگوں کو خاندانی زندگی گذارنے پر مجبور کریں۔ اور یہی معاشرتی عدل ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ[19] (تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں، اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کر دو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے اُن کو غنی کر دے گا، اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔) عدل کا مطلب ہے والدین، معاشرے، دوستوں، نیز ریاست کی سماجی ذمہ داری ہے کہ یہ یقینی بنائیں کہ آپ کے پاس ایک باوقار معاشرہ ہے۔

معاشی عدل

عدل کا اصول معیشت پر لاگو کرنے سے معاشی نظام تمام انسانوں کے لئے فائدہ مند ہو جاتا ہے۔ اسلامی معاشی نظام میں عدل پر مبنی کچھ ایسے اصول ہیں جن کو عمل میں لا کر معیشت کو عادلانہ معیشت کہا جاتا ہے۔ ان میں سب پہلا اصول یہ ہے لوگوں کو اقتصادی سرگرمی کا پورا پورا حق دیا جائے، جس کے ذریعے وہ اپنی معاشی ترقی کو یقینی بنا سکیں۔ دوسرا ہے کہ لوگوں کو تجارت اور بیع کی مکمل آزادی میسر ہو، تیسرا لوگوں کو صدقہ کرنے، انفاق فی سبیل اللہ کرنے، اور اپنا مال کسی کو ہبہ کرنے سے روکنے والا کوئی نہ ہو۔ چوتھا وراثت کا مکمل نظام موجود ہو، جہاں بھائی اپنی بہنوں کا یہ حق سلب نہ کر رہے ہوں، اور اسی طرح دوسرے رشتہ دار بھی۔ پانچواں مالدار لوگوں کو شراکت داری سے بھی کاروبار کرنے کی آزادی ہو اور مضاربہ کے اصول پر بھی تجارت کرنے اجازت ہو۔ چھٹا اجرت پر بھی چیزیں لینے اور دینے کی بھی اجازت ہو اور ساتواں یہ کہ مزدور کی عزت و تکریم کی جائے، اس کا پسینا خشک ہونے سے پہلے اس کو اجرت دے دی جائے۔ معیشت کے یہ تمام پہلو عدل کے زمرے میں آتے ہیں، یعنی ان تمام پہلوؤں کا خیال رکھا گیا تو اس کو عدل پر مبنی اقتصادی نظام کہا جاسکتا ہے۔

سیاسی عدل

اسلام ایک ایسا سیاسی ماحول بنانا چاہتا ہے جہاں تمام انسانوں کو اپنی رائے رکھنے کا مکمل اختیار ہو۔ یہ ایک کلی طور پر ایک غلط خیال ہے کہ اسلام حکمران کے خلاف آواز بلند کرنے کی اجازت نہیں دیتا، جبکہ اسلام ایک عام انسان کو مکمل آزادی دیتا ہے کہ وہ حاکم کو گریبان سے پکڑ پوچھ سکتا ہے کہ یہ کام کیوں اور کیسے کیا، س کی مثالیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی سے لی جاسکتی ہیں۔ کیونکہ حضرت عمرؓ ایک عادل حکمران تھے۔ اور دسرا جہاں ایک حکمران عوامی ذمہ داری کو قبول کرے، اور عوام کو امامت کا، نیابت کا اور کفالت کا حق دیا جائے، یعنی تمام لوگوں حکمران بننے کے اہل ہیں اور ان کو موقع دیا جائے کہ الیکشن میں حصہ لیں اور کامیاب ہو کر حکمران بن جائیں۔ تیسرا ایک ایسی حکومت کا قیام عمل لایا

جائے جہاں مشورے سے فیصلے کئے جائیں، شوریٰ کے ذریعے سے فیصلے کئے جائیں، فیصلہ کرنے کا اختیار صرف ایک انسان کے پاس نہ ہو۔ چوتھا جہاں سیاسی جماعتیں بنانے اور ان کو انتخابات میں حصہ لینے کی مکمل آزادی ہو۔ پانچواں یہ ہے کہ حکومت حق سچ، انصاف، نیکی، عوامی بھلائی کے لیے لڑے اور ناانصافی، جھوٹ، بدعنوانی اور فحاشی کے خاتمے کے لیے اقدامات کرے۔ یعنی حکومت خود بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرے اور معاشرے میں بھی اس کلچر کو عام کرے۔ کم از کم یہ پانچ چیزیں اگر کسی حکومت میں ہوں تو اس حکومت کو عادلانہ حکومت کہا جاسکتا ہے۔

مذہبی اور ثقافتی عدل

اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو قرآن وسنت کی تشریح و تعبیر کی مکمل آزادی ہو، ایسا نہ ہو کسی خاص طبقے کی کی ہوئی تشریح و تعبیر جملہ مسلمانوں پر تھوپی جائے۔ اور دوسرا ہر کسی کو اپنے عقائد اور ثقافت پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہونی چاہیئے، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ اور ہر کسی کو اس کے اپنے طرز زندگی اور ثقافتی پہچان کو برقرار رکھنے کی اجازت ہو اور تیسرا تمام علماء کرام کو اجتہاد کرنے کی اجازت ہو، تاکہ کبھی بھی اجتہاد کا دروازہ بند نہ ہونے پائے، نئے پیش آنے والے مسائل میں معاشرے کی رہنمائی کی جاسکے۔ اگر کم از کم یہ اصول کارفرما ہوں گے تو ان معاشروں میں مذہبی اور ثقافتی عدل قائم ہوسکے گا۔

3) دین کی حفاظت

کسی کو بھی اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ ہر کسی کا اپنا مذہب ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ: لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَ لِيَ دِيْنِ[20] (تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔) اور دوسری جگہ کہا گیا ہے کہ: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ[21] (دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔) اس آیت میں اسلام میں کسی غیر مسلم کو زبردستی داخل کرنے سے روکا گیا ہے، دعوت و تبلیغ اور حکمت کے ساتھ قائل کرنے کی مکمل اجازت ہے، مگر زبردستی ہرگز نہیں۔

4) انسانی جان کی حفاظت

انسانی جان کی عزت و تکریم کی جانی چاہیئے، انسانی جان کی محفوظ بنایا جانا چاہیئے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں: وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا[22] (قتل نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔ اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے، پس چاہیے کے وہ قتل میں حد سے نہ گزرے، اُس کی مدد کی جائے گی۔) اور دوسری جگہ فرماتے ہیں: مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ

قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا[23](اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ "جس نے کسی انسان کو خُون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانون کو قتل کر دیا)ان دونوں آیات سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ انسانی جان بہت قیمتی ہے، کسی جان کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے، قتل نہیں کرنا چاہیئے، صرف اتنا ہی نہیں اس کی عزت و تکریم بھی کی جانی چاہیے۔

5)انسانی نسل کی حفاظت:

انسانی جان کی حفاظت کچھ مزید وسعت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ انسانی نسل کی بھی حفاظت کی جائے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے کہ:وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ خَشۡيَةَ اِمۡلَاقٍ‌ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُهُمۡ وَاِيَّاكُمۡ‌ؕ اِنَّ قَتۡلَهُمۡ كَانَ خِطۡاً كَبِيۡرًا[24](اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ در حقیقت اُن کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔)اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں آپ چھری اٹھا کر بچے کو مار دیتے ہیں وہ نہ کریں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بچے کو پیٹ میں ہی مار دیں یا پیدا ہی نہ ہونے دیں اس خوف سے کہ اس بچے کی پیدائش سے رزق میں کمی واقع ہو جائے گی۔ اسلام کہتا ہے کہ زیادہ سے پیدا کریں، ہر بچہ اپنا رزق لے کر آتا ہے، اس کا ایک منہ اور دو ہاتھ ہوتے ہیں۔ وہ خیالات اور آئیڈیاز سے بھرا ہوا ایک دماغ رکھتا ہے، جو اپنے ذرائع پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

6)انسانی عقل کی حفاظت

اسلام انسانی عقل کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے، اور اس کی حفاظت کی کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ ایسی تمام کھانے پینے کی چیزیں منع کر دیتا ہے جس سے انسان کے عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ ہر انسان عقلی طور پر مظبوط ہو، دانش و بینش رکھنے والا انسان ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ:يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَيۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ[25](اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جُوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، اُمید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہو گی۔)اگر کوئی شخص شراب نوشی یا دوسری نشہ آور چیزیں استعمال کرتا ہے تو اس کی عقل پر ایک پردہ پڑ جاتا ہے اور وہ ایک خیالی دنیا میں سفر کرتا رہتا ہے، ہر وقت ایک مجنون کی سی کیفیت اس پر طاری رہتی ہے۔ آپ کو محسوس یہ ہوتا ہے کہ آپ اس سے لطف اندوز ہوتے رہے ہیں مگر آپ اس کے غلام بن جاتے ہیں۔

7)انسان کے مال کی حفاظت

کسی انسان کے مال و دولت کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا، اس کی حفاظت کرنا تمام انسانوں پر لازم ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ:وَاٰتُوا الۡيَتٰمٰۤى اَمۡوَالَهُمۡ‌ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الۡخَبِيۡثَ بِالطَّيِّبِ‌ ۖ وَلَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَهُمۡ اِلٰٓى اَمۡوَالِكُمۡ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ

حُوْبًا كَبِيْرًا (یتیموں کے مال اُن کو واپس دو، اچھے مال کو بُرے مال سے نہ بدل لو، اور اُن کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھا جاؤ، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔)

جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا کہ یہ سات چیزیں اسلام میں بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں، کیونکہ اسلام کے تمام نظاموں کی بنیادی کڑیاں یہی آفاقی اصول ہیں۔ اس کے بعد اسلام کی اخلاقی بنیادیں ذکر کروں گا جس پر اسلام کے اخلاقی نظام کی عمارت استوار ہے۔

اسلامی اخلاقیات

اسلامی اخلاقی اقدار وہ ہیں جو وحی پر مبنی ہوں، آفاقی ہوں، قطعی ہوں، وہ اقدار اضافی (*Relative*) نہ ہوں، کسی کے ساتھ مخصوص نہ ہوں، وقتی نہ ہوں، انسان کی اپنی مرضی پر منحصر نہ ہو، پر اسرار توہمات پر بھی مبنی نہ ہوں، وہ ذاتی نہ ہوں۔ اور اسلامی اخلاقیات سے مراد وہ اعمال ہیں جو چند اصولوں پر مبنی ہوں، الہامی ہدایات پر مبنی ہوں، اور نبی کریم ﷺ کے اسوہ پر مبنی ہوں۔ اور انسانی اعمال بے کار اور عبث نہ ہوں، بلکہ وہ کتاب پر مبنی ہوں اور وہ المعروف (نیک اعمال)ہوں، الحق(صحیح اور سچا)ہوں، البر (نیکی)ہوں، حلال ہوں۔ اگر اعمال ان میں سے کچھ نہ ہوں یا تو منکر ہوں گے، یا سیئا(*Sinful*) ہوں گے، مکروہ ہوں گے، یا حرام ہوں گے [26]

وحی پر مبنی اخلاقی بنیادیں

1.1. ھدایت

قرآن مجید میں یہ لفظ متعدد بار استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے رہنمائی فراہم کرنا، یہ بتانا کہ کیا صحیح اور کیا غلط ہے ۔ جیسا کہ قرآن مجید کی آیات میں آیا ہے: ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ هَدٰى [27] (پھر اُس کے ربّ نے اُسے برگزیدہ کیا اور اس کی توبہ قبول کرلی اور اسے ہدایت بخشی۔) اور وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى [28] (جس نے تقدیر بنائی پھر راہ دکھائی)۔ ہدایت اور رہنمائی آجانے کے بعد، جس کے نتیجے میں صحیح اور غلط کی تمیز کی جاسکتی ہے، تو ہر وہ عمل اخلاقاً صحیح ہو گا جو اس ہدایت کے مطابق ہو ہر وہ عمل غیر اخلاقی ہو گا جو اس کے خلاف ہو۔

1.2. البر

اخلاق کا ایک اور معیار نیکی ہے، یعنی اگر آپ کا عمل نیکی کی خصوصیات رکھتا ہے تو وہ اخلاقی قرار دیا جائے گا ورنہ وہ غیر اخلاقی ہو گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نیکی یا البر کسے کہیں گے تو اس کا جواب اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کر دیا ہے اور مندرجہ ذیل آیات میں سے پہلی آیت 'آیت البر' کے نام سے مشہور ہے۔ آیت البر:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآىِٕلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۙ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ[29]

اور آگے مزید بتایا گیا کہ نیکی کیا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ[30] (تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو، اور جو کچھ تم خرچ کروگے اللہ اس سے بے خبر نہ ہوگا-) اور مزید: وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ[31] (تم میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہی رہنے چاہییں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں، اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔)

1.3. المعروف

اخلاقیات کی ایک اور کسوٹی اچھائی ہے اور یہاں اچھائی سے مراد وہ اچائی ہے جو سب کے نزدیک اچھی ہے۔یعنی قرآنی اصطلاح المعروف اس اچھائی کو کہتے ہیں جو سب کے نزدیک اچھا ہے، جس کے اچھے ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہ ہو۔ جیسے سچ بولنا، والدین کی عزت و تکریم کرنا وغیرہ۔ منکر سے مراد وہ برائی جو سب انسانوں کے لئے برا ہے جیسے جھوٹ بولنا وغیرہ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے کہ:

وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ[32] (تم میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہی رہنے چاہییں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں، اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔)

اس آیت کے مطابق معروف کے کلچر کو عام کرنے کے لئے اور منکر کے جھاڑ جھنکار کو قلع قمع کرنے کے لئے ایک گروہ ہونا چاہیئے، جو اس کام کو بحسن خوبی انجام دے، اور آخر میں کہا گیا کہ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

1.4. المعروف کا سماجی اور خاندانی تصور

نیکی اور بھلائی کے تصور کو پھیلانے کے لئے معروف کو سماج اور خاندان پر لاگو کرنا بہت لازمی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں اللہ تبارک وتعالیٰ مردوں کو حکم دے رہا ہے کہ عورتوں کے ساتھ معروف کا رویہ اپنائیں، ان کے حقوق کا خیال رکھیں ،ان کی عزت و تکریم کریں: عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ[33] (ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔) اور آگے فرماتے ہیں کہ:

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ[34]

یہاں اس آیت میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ مردوں کو مخاطب کر رہے ہیں کہ اپنی بیوی کے ساتھ معروف کا رویہ روا رکھیں، چاہے آپ اس سے طلاق کے ذریعے الگ ہو رہے ہیں۔ منکر کا رویہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، ایسا نہ ہو کہ آپ اس گالم گلوچ دیتے رہیں، الزامات کی بوچھاڑ کرتے رہیں، ظالمانہ رویہ رکھتے ہوئے ،لوگوں کے سامنے رسوا کرتے پھریں۔ اور آگے اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں:

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ[35]

(اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ایک دوسرے کے مددگار ہیں، بھلائی کا حکم دیتے اور بُرائی سے روکتے ہیں اور نماز کا اہتمام کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم فرمائے گا، بیشک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔)

اس آیت میں مؤمنین کی صفات بیان کی گئی، ان صفات میں سے ایک صفت معروف کا حکم دینا بھی ہے، اور اس کی اہمیت کی وجہ سے اسی کو سب پر مقدم رکھا گیا ہے۔

1.5. خوراک کی پیداوار اور استعمال میں معروف کا رویہ

خوراک کا بھی انسان کے رویے پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے، اس لئے اسلام میں خوراک کے حوالے سے بھی اصول بتائے گئے ہیں۔ خوراک کا پہلا اور آخری اصول حلال وطیب ہونا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا[36] (لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انھیں کھاؤ) اور آگے اس کی تائید ہے کہ

:اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۖ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ[37] (آج تمہارے لیے ساری پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔ اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لیے۔)

1.6. عالمگیر قابل قبول اخلاقی قدر

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ عالمگیر قابل قبول اخلاقی قدر ہر وہ چیز ہے جو نبی کریم ﷺ مہیا کرتے ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کا قول، فعل اور تقریر، یہ ایسی اقدار ہیں جو ایسا اسوہ حسنہ ہیں جو تمام انسانوں کو رہنمائی فراہم کرنے کے لئے کافی ہیں، آپ ﷺ کی تعلیمات کو سیکھا جائے، اور اس کی پیروی کی جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی تعلیمات مشکلات کو ختم کر دیں گیں، اعمال کو اخلاقی بنا دیں گیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے کہ:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ ؗ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ[38]

1.7. الحق

اسلامی اخلاقیات کا ایک اور معیار الحق ہے، الحق سے مراد ہر وہ چیز جو عدل، حکمت، اور راستی کے اصولوں پر مبنی ہو۔[39] یعنی ہر وہ عمل اخلاقی طور پر صحیح قرار دیا جائے گا جو الحق ہو گا جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا[40] (لوگو! یہ رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آگیا ہے، ایمان لے آؤ، تمہارے ہی لیے بہتر ہے، اور اگر انکار کرتے ہو تو جان لو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے اور اللہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔) اس آیت میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ حق اللہ کی طرف سے آیا ہے اور اسے نبی کریم ﷺ لے کر آئے ہیں۔

1.8. علم میں اخلاقیات

جب قرآن مجید علم بڑھانے کے لئے دعا کا کہتا ہے تو اسی وقت ہمیں سیکھنے اور علم کے اخلاقیات کے بارے میں بھی بتاتا ہے۔ سیکھنا اور علم دو الگ الگ چیزیں ہیں 'سیکھنا' ایک نہ ختم ہونے والا عمل ہے، اور علم کا تعین کیا جا سکتا ہے جبکہ سیکھنے کے عمل کا تعین کرنا ناممکن ہے۔ ایک شخص جو جسمانی طور پر کمزور ہے تو اسے جہاد پر جانے کے بجائے، علم کے حصول کی فکر کرنی چاہیئے، دین کا گہرا فہم حاصل کرنا چاہیئے، جسے قرآن دوسرے لفظوں میں تفقہ فی الدین کہتا ہے۔

1.9. معاہدات میں اخلاقیات

معاہدات میں اخلاقی رویہ اپنانے کی ضرورت ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ معاہدات کی پاسدرای کی جانی چاہیئے،عہد کر کے اس کو توڑا نہ جائے۔جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے کہ: "وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا"[41] اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا ابوالاعلی مودودی لکھتے ہیں کہ

"یہ بھی ایک صرف انفرادی اخلاقیات ہی کی ایک دفعہ نہ تھی، بلکہ جب اسلامی حکومت قائم ہوئی تو اسی کو پوری قوم کی داخلی اور خارجی سیاست کا سنگِ بنیاد ٹھہرایا گیا۔"[42]

انسان انفرادی اور اجتماعی زندگی میں مختلف معاہدات میں باندھا جاتا ہے، جیسے مثال کے طور پر ایک طالبعلم ہے، وہ کسی کالج یا یونیورسٹی میں داخلہ لیتا ہے تو وہ اس ادارے کے ساتھ ایک معاہدہ کرتا ہے، جس کی پاسداری کرنا طالب علم اور ادارے دونوں پر لازم آتی ہے۔اسی طرح کوئی شخص کہیں ملازمت کرتا ہے، تو وہ شخص اور کمپنی ایک معاہداتی بندھن میں بندھے ہوتے ہیں۔جس کی پاسداری لازمی ہوتی ہے۔

1.10. قول و عمل میں مطابقت

قول و عمل میں مطابقت انسان کے اخلاقی ہونے کی کسوٹی ہے۔یعنی وہ شخص اخلاقی طور پر اچھا نہیں سمجھا جائے گا جو باتیں بڑی بڑی کرے اور عمل کے معاملے سست روی کا شکار ہو۔جو کام دوسروں کو کرنے کے لئے کہے وہ کام خود کبھی نہ کرے۔اور اخلاقیات کی اس کسوٹی کا تعلق صرف قول تک محدود نہیں بلکہ اس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔مثال کے طور پر ایک یونیورسٹی نے طلباء کے ساتھ معاہدہ کیا، اور کہا کہ ہم آپ کو علم عطا کریں گے ، مگر یونیورسٹی علم عطا کرنے کے بجائے، غیر تصدیق شدہ معلومات فراہم کرتی رہے، انہیں وکیپیڈیا تک محدود رکھے ، تو اخلاقیات کی اس شق کی رو سے ایک غیر اخلاقی عمل ہے۔جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ[43] (اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں۔)

1.11. ایک ہی معیار کا اطلاق

اس سے مراد یہ ہے کہ تمام لوگوں کے لئے ایک ہی معیار کو اختیار کیا جانا چاہیئے، ایسا نہ ہو کہ پیسے والے کے لئے الگ معیار ہو اور غریب کے لئے الگ معیار۔جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ: وَ اَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا[44] (پیمانے سے دو تو پُورا بھر کر دو، اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو۔یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظِ انجام بھی یہی بہتر ہے۔) مندرجہ بالا آیت میں پورا پورا تول کر دینے کا حکم دیا گیا مگر اس آیت کا مفہوم کچھ

وسیع معنوں میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس چیز کا جو حق ہے اس کا وہ حق پورا ادا کیا جائے، اس میں حق تلفی نہ کی جائے۔

2. اعتدال و توازن

اسلام ہمیشہ اعتدال و توازن کا درس یتا ہے۔ ہر عمل میں اس اخلاقی اصول کو اپنانے کی دعوت دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا[45] (جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بُخل، بلکہ اُن کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔) مال کے خرچ کرنے میں معتدل راہ اپنانے کا کہا گیا ہے، نہ ہی فضول خرچی کرنی ہے اور نہ ہی بخل اور کنجوسی کی روش اپنانی ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں نماز پڑھتے وقت بھی اس اصول کو اختیار کرنے کا کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ: وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا[46] (اور اپنی نماز نہ بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ بہت پست آواز سے، ان دونوں کے درمیان اوسط درجے کا لہجہ اختیار کرو۔) اور اس کے علاوہ پیدل گھومنے کے حوالے سے بھی اسلام یہی کہتا ہے کہ: وَ اقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ[47] (اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو) نہ زیادہ تیز چلو اور نہ ہی بیماروں کی طرح انتہائی دھیمی چال چلو۔ اس اعتدال و توازن والے اصول کا اطلاق زندگی کے تمام شعبوں، اور اعمال میں ہوتا ہے۔ اگر کسی بھی عمل میں افراط یا تفریط کو پنایا گیا تو وہ عمل اخلاقی دائرے سے نکل کر غیر اخلاقی دائرے میں داخل ہو جائے گا۔

3. باہمی معاونت

انسانی معاشرے میں باہمی تعاون ایک ایسی قدر ہے، جس کے ذریعے سے لوگوں کی آپس میں محبت پروان چڑھتی ہے، نفرت کی جھاڑ جھنکار کا خاتمہ ہوتا ہے اور معاشرہ اخلاقی بنیادوں پر استوار ہو جاتا ہے۔ قرآن میں باہمی تعاون کی ایک شرط بیان کی گئی ہے جس کے تحت تعاون ان کاموں میں کیا جائے جو نیکی اور تقویٰ کے معیارات کو پورا کرتا ہو۔ بدی اور گناہ کے کاموں میں معاونت سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ جیسے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ[48] (جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو، اس کی سزا بہت سخت ہے۔)

4. جذبات کی تنظیم

اخلاقی اقدار میں سے ایک اور قدر یہ ہے کہ جذبات کی تنظیم کی جائے، اپنے جذبات کو اپنے قابو میں رکھا جائے، اللہ تبارک و تعالیٰ مؤمنین کی صفات بیان فرماتے ہوئے ارشاد کرتے ہیں کہ: الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ

الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ [49](جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوش حال، جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔)اس آیت میں غصے کو پی جانا بھی مؤمن کی صفت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔اور اسی طرح معاف کرنا بھی مؤمن کی صفت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔یہ دونوں صفات ہمارے معاشروں میں بہت حد تک ناپید نظر آتی ہیں، کیونکہ غصہ پی جانا اور معاف کرنا اتنے آسان اعمال نہیں ہیں۔ان اعمال کے علاوہ بھی خوشی اور غمی، ہنسنے اور رونے کی کیفیات میں اپنے آپ پر قابو رکھنا بہت لازمی ہے۔

5. فراخ دلی

اسلام ہمیشہ فراخ دلی کا درس دیتا ہے، مہربانی کا رویہ اپنانے والے، معاف کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔زخمی کرنے والے کو بھلے انداز سے جواب دیا جائے، اور معافی کی قدر کو اپنایا جائے۔کسی کی برائی کا برائی سے جواب نہ دیا جانا چاہیے۔مگر اس کے برعکس ہماری نفسیات یہ ہے کہ اگر کوئی ہم پر چیختا ہے تو ہم اس سے زیادہ بلند آواز میں چیختے ہیں، اور اپنی طاقت کا اظہار کرتے ہیں، اور اگر ہم یہ نہیں کرتے تو ہمارے اس عمل کو بزدلی یا کمزوری کا نام دیا جاتا ہے۔یہ ایک اخلاقی اپروچ نہیں ہے کہ کسی برائی کا جواب برائی سے دیں بلکہ برائی کا جواب بھلائی دینا ہی اخلاقی عمل ہے۔جیسا کہ قران مجید میں آیا ہے کہ :وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ [50]

6. صبر

صبر کی تعریف عزم الامور کے طور پر کی جاتی ہے۔اور بہت مظبوط اور سنجیدہ رویے کا نام صبر ہے جس میں آپ پیچھے نہیں ہٹتے، ہتھیار نہیں ڈالتے، کمزوری کا اظہار یا رویہ تبدیل نہیں کرتے۔تو صبر مظبوطی اور طاقت کا نام ہے۔اور اوپر مذکور اقدار کی طرح ایک عالمگیر قدر ہے، تمام انسانوں پر لاگو ہوتی ہے۔جو بھی انسان اس قدر کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیتا ہے تو لازمی طور کامیابی اس کے قدم چومے گی۔اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ (صبر اور نماز سے مدد لو،)یعنی نماز اور صبر کو اپنی زندگی کا حصہ بنا کر اپنے آپ کی مدد کر سکتے ہیں۔ایک اور آیت میں بھی یہی بات ذکر کی گئی ہے اور وہ آیت یہ ہے کہ:يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ(اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر اور نماز سے مدد لو۔اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔)اس قدر کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے والا جب بھی کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔اس حوالے سے قرآن مجید میں ہے کہ:الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے، تو کہیں کہ "ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔)

7. توکل

توکل کا مطلب ہے کہ اپنی پوری کوشش کریں اور اللہ تبارک سے دعا کریں کہ اس میں اپنا حصہ ڈالیں، اپنی پوری کوشش کے بعد اللہ سے دعا کریں کہ اے اللہ مجھے کامیاب کردے، توکل کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ کام کچھ بھی نا کیا جائے اور صرف دعائیں کرتے رہیں کہ اے اللہ میں نے آپ پر توکل کیا ہے تو مجھے کامیاب کردے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ [51] (پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔)

8. تقویٰ اور صدق قدر

تقویٰ سے مراد اخلاقی رویہ اور صدق سے سچائی کا رویہ مراد ہے۔[52] یہ دونوں اقدار تمام انسانوں پر لاگو ہوتیں ہیں ۔چاہے کوئی غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو ان دونوں قدروں اپنا کر اپنی زندگی کو اخلاقی اصولوں پر استوار کر سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ [53] (اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔)

9. انسانیت عاجزی اور تعظیم کی قدر

عاجزی وانکساری ایک ایسی قدر ہے، جس میں شرافت، سلیم طبیعت اور نیک مزاجی ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا [54] (رحمٰن کے (اصلی) بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں) اس آیت میں دھیمی چال کو مؤمنوں کی صفت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ دھیمی چال تکبر، فخر اور غرور سے پاک ہوتی ہے۔ اکڑ کر چلنا جباروں اور مفسدوں کا وطیرہ ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چال دھال کی آخر کیا اہمیت ہے، جس سے انسان کی اصلیت کا پتہ چلتا ہے۔

10. باہمی اعتماد اور اتحاد کی قدر

باہمی اعتماد اور اتحاد، ایک ایسی قدر ہے جو معاشرے کو مظبوط بنانے اور پیار و محبت کے کلچر کو عام کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اجتماعی طور پر کامیابی بھی ممکن ہے جب تنظیم ہو، اتحاد ہو۔ اگر کوئی معاشرہ متحد ہے تو کوئی اور اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، اور اگر معاشرہ انتشار کا شکار ہے تو کوئی بھی آکر معاشرے کو تہس نہس کر سکتا ہے۔ یہ آیت نہایت وضاحت کے ساتھ یہ چیز بیان کر رہی ہے:

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَّ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا [55] (سب مل کر اللہ کی رسی کو

مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دل جوڑ دیے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔)

11. **معاشرے کو اخلاقی بنیادوں پر استوار کرنا**

اسلام معاشرے کو اخلاقی بنیادوں پر استوار کرنا چاہتا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو خیر امت قرار دیتا ہے، اس لئے نہیں کہ وہ مسلمان ہیں، وہ اس لئے کہ وہ معاشرے کو بہترین بنانے کے اصول اپنائے ہوئے ہیں۔ یہ اصول اگر غیر مسلم اپناتے ہیں تو وہ اپنے معاشرے کو بہترین بنا سکتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ[56]

(تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کی رہنمائی کے لیے نکالا گیا ہے۔ معروف کا حکم دیتے ہو منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا، ان میں سے کچھ تو مومن ہیں اور اکثر نافرمان ہیں۔)

مصادر و مراجع

[1] پروفیسر منظور احمد، تقابل ادیان و مذاہب، علمی کتب خانہ، لاہور، 2004، ص:64۔

professor manzoor ahmad, taqabul Adyan w mazahib, Ilmi kutub khanah, Lahore , 2004, page : 64 .

[2] پروفیسر منظور احمد، تقابل ادیان و مذاہب، ص65۔

professor manzoor ahmad, taqabul Adyan w mazahib, page 65 .

[3] نائیک، عبد الکریم، ڈاکٹر، ترجمہ: محمد زاہد ملک، خدا کا تصور مذاہب عالم میں، زبیر پبلشرز، لاہور، 2006ء، ص27۔

naik, abdul kareem, dr, tarjuma : Mohammad Zahid malik, kkhuda ka tasawwur mazahab aalam mein, Zubair publishers, Lahore , 2006ء, page 27 .

[4] امولیہ رنجن مہاپتر، ، فلسفہ مذاہب، فکشن مذاہب، لاہور 2001، ص:55

amoolia rnjn mahateer, , falsafah mazahab, fiction mazahab, Lahore 2001, page : 55

[5] مولوی محبوب عالم، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، ص:840

molvi mehboob aalam, islami enciclopideya, alfisl nashiran taajaran kutub, Lahore , page : 840

[6] بائبل، استثناء7:5 تا21:5

bible, istisna7 : 5 taa 5 : 21

[7] اموليه رنجن۔ مہاپتر، فلسفۂ مذاہب، ص۱۷۶

amoolia rnjn mahateer, falsafah mazahab, page ۱۷۶

[8] Encyclopedia of religion and ethics, James Hastings, v3:518, Newyork,1910

[9] الشہرستانی، محمد عبدالکریم، الملل والنحل، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1992، ج:3، ص244۔

alsh_hrstani, Mohammad abdul kareem, almilal walnihaldarulkutub allmia, bairout, 1992, j : 3, page 244 .

[10] ساجد میر، پروفیسر، عیسائیت تجزیہ ومطالعہ، دارالسلام، لاہور، ص:25

, darussalam, Lahore , ومطالعہSajid Meer , professor, esaiyat tajzia s : 25

[11] ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر، اخلاقیات ایرانی ادبیات میں، مجلس تحقیق وتالیف فارسی، گورنمنٹ کالج، لاہور، 2003، ص:79، 80

Zaheer ahmad sadeqi, dr, ikhlaqiaat irani adbiyat mein, majlis tehqeeq o taleef farsi, government college, Lahore , 2003, page : 80, 79

[12] مولانا گوہر رحمان، حقیقت توحید وسنت، مکتبہ تفہیم القرآن، مردان، 2004ء، ص:17

mulana gohar Rehman , haqeeqat toheed o sunnat, maktaba Tafheem al quran, mardan, 2004 hamza, page : 17

[13] الانبیاء:21:22

alanbiya21:22

[14] المائدہ5:76

al-maaida5:76

[15] النور24:2

alnoor24:2

[16] النساء4:13

alnisa4:13

[17] النساء4:58

alnisa4:58

[18] الامام ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری، الصحیح البخاری، الطاف سنز کراچی، 2008 ج:1، ص،525، رقم 1968

alamam abi abdullah Mohammad ban asmayl albikhari, albikhari alsaheha, Altaf sons Karachi , 2008 j : 1, page, 525, raqam 1968

[19] النور24:32

alnoor24:32

[20] الکافرون109:4

alkafiroon109:4

[21] البقرہ2:256

albaqra2:256

[22] بنی اسرائیل17:33

Bani israeel17:33

[23] المائدہ5:32

al-maaida5:32

[24] بنی اسرائیل17:31

Bani israeel17:31

[25] المائدہ5:90

al-maaida5:90

[26] Dr Anis Ahmed, Ethics and Morality value of Life PGD Class 3, Youtube

[27] طٰہٰ20:122

tuha20:122

[28] الاعلیٰ87:02

alaala87:02

[29] البقرہ2:177

albaqra2:177

[30] آل عمران3:92

alaimran3:92

[31] آل عمران3:104

alaimran3:104

[32] آل عمران3:104

alaimran3:104

[33] النساء4:104

alnisa4:104

[34] البقرہ2:231

albaqra2:231

[35] التوبہ9:71

altooba9:71

[36] البقرہ2:168

albaqra2:168

[37] المائدہ5:5

alaimran5:5

[38] الاعراف7:157

alaaraf7:157

[39] مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ترجمان القرآن، لاہور، 2013، ج1، ص:551

mododi, abul alaala, syed, Tafheem al quran, tarjuman al quran, Lahore , 2013, j 1, s : 551

[40] النساء4:170

alnisa4:170

[41] بنی اسرائیل17:34

Bani israeel17:34

[42] مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ج:2، ص:616،615

mododi, abul alaala, Tafheem al quran, j : 2, s : 615, 616

[43] الصف61:3

alsaf61:3

[44] بنی اسرائیل17:35

Bani israeel17:35

[45] الفرقان25:67

alfurqan25:67

[46] بنی اسرائیل17:110

Bani israel17:110

[47] لقمان31:19

luqman31:19

[48] المائدہ5:2

alaimran5:2

[49] آل عمران3:134

alimran3:134

[50] الشوریٰ42:40

alshura42:40

[51] آل عمران3:159

alimran3:159

[52]Dr Anis ahmed, Ethics and morality Values of life PGD class 4, Youtube

[53] التوبہ9:119

altooba9:119

[54] الفرقان25:63

alfurqan25:63

[55] آل عمران3:103

alimran3:103

[56] آل عمران3:110

alimran3:110